شرحِ جامی بحث فعل

متن ← الفعلُ مَا دَلَّ علی معنیً فی نفسہ مُقتَرِنٍ بِاَحدِ الازمنۃِ الثّلاثۃِ۔

فعل کی تعریف ← فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو معنی خود کلمہ میں موجود ہو اور وہ کلمہ اپنی وضع کے اعتبار سے زمانۂ ثلاثہ میں سے کسی سے مقترن ہو۔

معنی کا کلمہ میں موجود ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کلمہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی دوسرے کلمہ کا محتاج نہ ہو کیوں کہ وہ مستقل بالمفہومیت ہے۔

مصنف کی تعریف الفِعلُ مَا دَلَّ عَلیٰ معنیً فی نَفسِہٖ اس میں فی نفسہٖ کے ہا ضمیر کا مرجع "معنیً" کا ہونا بھی درست ہے، اس صورت میں فی ظرفیت کے لیے نہیں ہوگا ورنہ ظرفیۃُ الشئِ اِلیٰ نفسہٖ لازم آئے گی، بلکہ فی اعتبار کے معنی میں ہوگا اور فعل کی تعریف یہ ہوگی فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو معنی اپنی (معنی) ذات کے اعتبار سے ہو۔

فعل تین معانی پر مشتمل ہوتا ہے ١ معنیٔ مصدر ٢ زمانہ
٣ نسبت اِلیٰ فاعلٍ ما، یعنی کسی فاعل کی طرف نسبت کا ہونا، اب یہی مصنف کی ذکر کردہ فعل کی تعریف فعل وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو معنی مستقل بالمفہومیت ہو۔ یہاں معنی سے صرف معنیٔ مصدری مراد ہے ان تین معانی میں سے۔

نسبت اِلیٰ فاعلٍ ما تو اس لیے مراد نہیں کہ یہ غیر مستقل ہوتا ہے جبکہ فعل کی تعریف کی گئی کہ وہ مستقل بالمفہومیت ہو۔

زمانہ اس لیے مراد نہیں کہ اگر زمانہ مراد لیں تو زمانہ کا زمانہ میں ہونا لازم آئے گا اور فعل کی تعریف میں مصنف کی لگائی ہوئی قید مقترن باحد الازمنۃ الثلاثۃ لغو ہو جائے گی کیوں کہ اس صورت میں فعل کی تعریف یہ ہوگی فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر یعنی (اس زمانہ پر) دلالت کرے جو مستقل بالمفہومیت ہو اور وہ معنی (یعنی زمانہ) زمانۂ ثلاثہ میں سے کسی سے مقترن ہو۔

فعل کے خواص -

۱ قد، سین، سوف کا داخل ہونا۔ کیوں کہ قد فعل کی تحقیق
یا اس کی تقلیل یا ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لیے آتا ہے،
سین استقبال قریب اور سوف استقبال بعید کے لیے آتا ہے، اور مذکورہ
تمام چیزیں صرف فعل میں پائی جاتی ہیں اس لیے یہ تینوں فعل کے خواص ہوئے -

۲ جوازم کا داخل ہونا۔ کیوں کہ جوازم کو وضع کیا گیا یا تو نفی فعل،
یا طلب فعل یا ترک فعل کے لیے جیسے لَمْ لَمَّا، لامِ امر، لائے نہی،
یا کسی شی کو فعل کے ساتھ معلق کرنے کے لیے جیسے ادواتِ شرط إنْ تأتني أكرمك
یہاں اکرام کو معلق کیا گیا ہے اتیان پر - یہ تمام معانی صرف فعل میں
پائے جاتے ہیں اس لیے یہ فعل کے خواص ہوئے -

۳ تائے تانیث ساکن اور ضمیر بارز مرفوع متصل متحرک کا داخل ہونا -
اس لیے کہ تائے تانیث ساکن فاعل کے مؤنث ہونے پر اور ضمیر فاعل پر دلالت
کرتی ہیں اور فاعل فعل کے لیے ہوتا ہے لہذا یہ فعل کے ساتھ خاص ہونگے -

مصنف نے تائے تانیث کو ساکن سے مقید کیا تو صفات تائے تانیث ساکن سے
بے نیاز ہوگئے کیوں کہ اس میں تائے متحرک آتی ہے جو فاعل کی تانیث پر دلالت
کرتی ہے -

فعل کو ضمیر بارز اور مستتر دونوں دیا اور اس کے فروع یعنی صفات کو
صرف مستتر دیا بارز نہیں تاکہ فعل اور اس کے فروع میں برابری نہ لازم آئے -
برابری سے بچنے کے لیے صفات کو ایک ضمیر دینا تھا تو مستتر کیوں دیا بارز کیوں نہیں دیا؟
کیوں کہ ضمیر مستتر ضمیر بارز سے مختصر ہے کہ یہ تلفظ میں نہیں آتی برخلاف
ضمیر بارز کے تو مناسب یہ ہے کہ جو مختصر ہو اسے زیادہ جگہوں میں لایا جائے
اس لیے صفات کو مستتر ہی دیا -

فعل ماضی

الماضي ما دلّ على زمانٍ قبلَ زمانِك

فعل ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو زمانہ تمھارے موجودہ زمانہ سے پہلے ہو
اور یہ دلالت اس کی اپنی وضع کے اعتبار سے ہو -

اعتراض ← جب لفظ قبلَ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کسی سے پہلے کا زمانہ جیسے میں زید سے
قبل آیا مطلب ہوگا میں زید کے آنے سے پہلے والے زمانہ میں آیا -
مصنف کی تعریف میں خرابی یہ آرہی ہے کہ زمانہ کے لیے زمانہ ہونا لازم آرہا ہے، وہ اس طرح
کہ مصنف نے ایک زمانہ یعنی قبلَ زمانِك کو ذکر کیا

پھر "قبل" کو ذکر کیا جو تقدم کے ساتھ زمانہ پر بھی دلالت کرتا ہے
اس طرح دو زمانے ہو گئے، تو اب زمانہ کے لیے زمانہ ہونا لازم آ رہا ہے، اور یہ
ماضی کی تعریف پر ہو رہی ہے ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے
جو زمانہ تمہارے موجودہ زمانہ سے پہلے زمانہ ہو؟

جواب: "قبل" کی دو قسمیں ہیں

1. قبلیتِ زمانیہ: جو زمانہ کے ساتھ تقدم پر دلالت کرے۔
2. قبلیتِ ذاتیہ: جو صرف تقدم پر دلالت کرے، زمانہ کے ساتھ تقدم پر نہیں۔

دونوں میں فرق یہ ہے کہ "قبل" سے قبلیت زمانیہ مراد لینے سے
قبل میں زمانہ بھی ہوگا، اور زمانہ کے لیے زمانہ ہونا لازم آئے گا جیسے
جو تمہارے موجودہ زمانہ سے پہلے زمانہ ہو۔
لیکن "قبل" سے قبلیت ذاتیہ مراد لیں تو اس میں صرف تقدم ہوگا
زمانہ نہیں ہوگا، اور جب زمانہ نہیں ہوگا تو زمانہ کے لیے زمانہ ہونا لازم
نہیں آئے گا جیسے جو تمہارے موجودہ زمانہ سے پہلے ہو۔
اور مصنف کی تعریف میں قبلیت ذاتیہ ہی مراد ہے لہذا تعریف میں کوئی خرابی لازم
نہیں آئے گی۔

فعل ماضی کے مبنی ہونے کی کیفیات

1. فعل ماضی مبنی بر فتح ہوگا ضمیر مرفوع متحرک، اور واو جمع کے علاوہ کے ساتھ
خواہ فتحہ لفظاً ہو جیسے ضَرَبَ یا تقدیراً ہو جیسے رَمٰی۔

سوال: مبنی میں اصل سکون ہے تو ماضی مبنی بر فتح کیوں ہو رہا ہے؟
جواب: وہ اس لیے کہ فعل ماضی (اسم کی جگہ) اور شرط و جزا کی جگہ واقع ہونے میں فعل مضارع
کے مشابہ ہے جیسے زیدٌ ضاربٌ کی جگہ زیدٌ ضَرَبَ، اور اِنْ تَضْرِبْنِیْ اَضْرِبْکَ کی جگہ
اِنْ ضَرَبْتَنِیْ ضَرَبْتُکَ، کہنا درست ہے، اور فعل مضارع معرب ہوتا ہے، تو اس مشابہت
کی وجہ سے فعل ماضی بھی حرکت کو قبول کر رہا ہے، تو فتحہ دے دیا اس لیے کہ فتحہ اَخَفُّ الحرکات ہے۔

2. ضمیر مرفوع متحرک کے ساتھ مبنی بر سکون ہوگا، اور یہ جمع مؤنث غائب (ضَرَبْنَ) سے جمع متکلم (ضَرَبْنَا)
تک کے صیغے ہیں، مبنی بر سکون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان صیغوں میں فاعل یعنی ضمیر مرفوع متحرک
فعل کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ سے ایک کلمہ کی طرح ہو گیا، اب اگر سکون نہ دیا جائے تو ایک کلمہ میں
چار متحرک حروف کا اجتماع ہوگا اور یہ مکروہ ہے، اس لیے مبنی بر سکون ہوتا ہے۔

3. واو جمع کے ساتھ مبنی بر ضمہ ہوگا، اس لیے کہ واو اپنے ماقبل ضمہ چاہتا ہے، خواہ ضمہ
لفظاً ہو جیسے ضَرَبُوْا یا تقدیراً ہو جیسے رَمَوْا۔

فعل مضارع

متن :- اَلْمُضَارِعُ مَا اَشْبَہَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَیْتُ لِوُقُوْعِہٖ مُشْتَرَكًا وَتَخْصِیْصِہٖ

فعل مضارع کی تعریف :- مضارع وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو مشترک ہو کر واقع ہونے اور پھر ایک معنی کے لیے خاص ہونے کے اعتبار سے اور اس کے شروع میں حروف اَتَیْنَ میں سے کوئی ایک حرف ہو۔

تشریح :- فعل مضارع اس طور پر اسم کے مشابہ ہے کہ جس طرح اسم متعدد معانی کے درمیان مشترک ہوتا ہے جیسے عَیْنٌ اور قرینہ سے ایک معنی کے لیے متعین ہوتا ہے [illegible] اسی طرح فعل مضارع زمانۂ حال و استقبال کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور قرینہ سے ایک معنی متعین ہوتا ہے جیسے لام تاکید سے حال اور سین سے استقبال متعین ہوتا ہے۔

مصنف نے فعل مضارع کی تعریف اسم کے مشابہ ہونے سے کی تاکہ تعریف سے ہی وجہ تسمیہ بھی معلوم ہو جائے، وہ اس طرح کہ مضارع کا مصدر مُضَارَعَةٌ ہے اور اس کا معنی مشابہت ہے جو ضَرْعٌ (دودھ پینے کا تھن) سے مشتق ہے، تو جس طرح دو بچے ایک تھن سے دودھ پینے کی وجہ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اسی طرح فعل مضارع اور اسم متعدد معانی کے درمیان مشترک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔

علاماتِ مضارع

۱ ہمزہ، واحد متکلم اور نون جمع متکلم کے لیے ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔ گویا ہمزہ أنا سے اور نون نحن سے ماخوذ ہے۔

۲ تا، مخاطب کے لیے ہے خواہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر ہو یا مؤنث نیز واحد اور تثنیہ مؤنث غائب کے لیے۔

۳ یا، مذکورہ قسموں کے علاوہ کے لیے ہے۔

علامت مضارع کا اعراب

[illegible] جس کے ماضی میں چار حروف ہوں خواہ وہ اصلی ہوں جیسے دَحْرَجَ یا غیر اصلی ہوں جیسے اَکْرَمَ اس میں علامت مضارع مضموم ہوگا۔

جس کے ماضی میں چار حروف نہ ہوں خواہ تین ہوں جیسے ضَرَبَ یا پانچ ہوں جیسے تَدَحْرَجَ یا چھ ہوں جیسے اِسْتَخْرَجَ، اس میں علامت مضارع مفتوح ہوگا۔

فعل مضارع معرب ہوتا ہے لیکن

اگر مضارع کے ساتھ نونِ تاکید ثقیلہ ہو یا خفیفہ، یا نونِ جمع مؤنث ہو تو فعل مضارع مبنی ہوگا، اس لیے کہ نونِ تاکید فعل کے ساتھ شدتِ اتصال کی وجہ سے کلمہ کے جز کی منزل میں ہوگیا، اب اگر اعراب نونِ تاکید سے پہلے لائیں تو وسطِ کلمہ میں اعراب کا دخول لازم آئے گا، اور اگر نونِ تاکید پر داخل کریں تو درحقیقت دوسرے کلمہ میں اعراب کا دخول لازم آئے گا، اس لیے مبنی ہوگا۔

اور نونِ جمع مؤنث کے ساتھ اس لیے مبنی ہوگا کہ فعل مضارع کا نونِ جمع مؤنث (یضربْنَ کا نون) ماضی کے نونِ جمع مؤنث (ضربْنَ کے نون) کے مشابہ ہے اور ماضی کے نونِ جمع مؤنث کا ما قبل حرف کے مبنی بر سکون ہوتا ہے تو مضارع کا نونِ جمع مؤنث بھی ماضی کے نون سے مشابہت کی وجہ سے اپنے ما قبل حرف کے مبنی بر سکون ہونے کا تقاضہ کرتا ہے، اس لیے مبنی بر سکون ہوگا۔

فعل مضارع کا اعراب

۱۔ فعل مضارع صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو اس صورت میں اس کا اعراب حالتِ رفع میں ضمہ، حالتِ نصب میں فتحہ اور حالتِ جزم میں سکون کے ساتھ ہوگا۔ جیسے: یضربُ، لن یضربَ۔ لم یضربْ۔

۲۔ فعل مضارع کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع متصل ہو تو اس کا اعراب حالتِ رفع میں نون کو باقی رکھتے ہوئے اور حالتِ نصب و جزم میں نون کے حذف کے ساتھ ہوگا۔ جیسے: یضربان، لن یضربا، لم یضربا

اس صورت میں حالتِ نصب و جزم میں ایک ہی اعراب اس لیے آرہا ہے کہ فعل مضارع اسم کے مشابہ ہے اور اسم میں حالتِ نصب کا اعراب حالتِ جر کے اعراب کے تابع ہے۔ جیسے: رأیتُ مُسلِمَیْنِ و مُسلِمِیْنَ۔ مررتُ بمُسلِمَیْنِ و مُسلِمِیْنَ کے تابع ہے۔ تو اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع میں بھی حالتِ نصب کا اعراب حالتِ جزم کے اعراب کے تابع ہے

۳۔ مضارع معتل ہو چاہے واوی ہو یا یائی، اس کا اعراب حالتِ رفع میں ضمہ تقدیری، حالتِ نصب میں فتحہ لفظی، اور حالتِ جزم میں واو اور یا کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے یَدْعُو، یَرْمِي، لَنْ یَدْعُوَ و یَرْمِيَ، لَمْ یَدْعُ و یَرْمِ۔

حالتِ رفع میں ضمہ تقدیری اس لیے ہے کہ واو اور یا پر ضمہ ثقیل ہے۔
حالتِ نصب میں فتحہ لفظی اس لیے ہے کہ فتحہ أخفُّ الحرکات ہے۔
حالتِ جزم میں واو اور یا کا حذف اس لیے ہے کہ حرفِ جازم کا عمل یہ ہے کہ مضارع کے آخری حرف کو ساکن کر دیں اگر اس میں حرکت ہو تو، لیکن مذکورہ صورت میں مضارع کا آخری حرف پہلے ہی سے ساکن ہے تو حرفِ جازم نے اپنا عمل ظاہر کرنے کے لیے جو حرکت کے مناسب ہے یعنی واو اور یا اسی کو ساقط کر دیا۔

۴ فعل مضارع معتل الف ہو اس کا اعراب حالتِ رفع میں ضمہ تقدیری حالتِ نصب میں فتحہ تقدیری اور حالتِ جزم میں الف کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے یَرْضٰی، لَنْ یَرْضٰی، لَمْ یَرْضَ۔
حالتِ رفع و نصب میں تقدیری اعراب اس لیے ہے کہ الف حرکت کو قبول نہیں کرتا۔ اور حالتِ جزم میں اوپر والی سبب ہے۔

صرف فعل مضارع معرب ہوتا ہے اس کے علاوہ ماضی اور امر معرب کیوں نہیں ہوتے ؟
وہ اس لیے کہ فعل مضارع کے علاوہ دوسرے افعال میں معرب ہونے کی علت نہیں پائی جاتی، مضارع میں معرب ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ دو زمانوں کے درمیان مشترک ہونے اور دونوں میں سے ایک کے لیے مختص ہونے میں اسم کے مشابہ ہے، اس کے برخلاف ماضی اور امر میں ایک ہی زمانہ ہوتا ہے — تو یہ اسم کے مشابہ نہیں ہوئے اور جب مشابہ نہیں ہوئے تو معرب نہیں ہوں گے —

نواصبِ مضارع چار ہیں

أَنْ، لَنْ، کَیْ، إِذَنْ — ان کے بعد مضارع منصوب ہوگا أَنْ کی مثال یُرِیْدُ اللّٰہُ أَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ۔

جو أَنْ مصدریہ عَلِمَ کے بعد واقع ہو اور وہ عَلِمَ یقین کے معنی میں ہو تو وہ أَنْ مخففہ من المثقلہ ہوگا اور مضارع مرفوع ہوگا۔
اس لیے کہ أَنْ مخففہ یقین کے لیے آتا ہے اور عَلِمَ بھی یہاں یقین کے معنی میں ہے تو مناسب ہے کہ یہاں أَنْ مخففہ ہو، نہ کہ أَنْ مصدریہ اس لیے کہ أَنْ مصدریہ یقین کے لیے نہیں ہوتا — جیسے عَلِمَ أَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَرْضٰی۔

اگر اَنْ معنیٰ ظن والے عَلِمْتُ کے بعد واقع ہو تو مضارع میں رفع اور نصب دونوں جائز ہے — رفع اس لیے جائز ہے کہ ظن غالب وقوع (راجح پہلو) پر دلالت کرتا ہے تو گویا یہ یقین کی منزل میں ہو گیا، اور یقین اَنْ مخففہ کو چاہتا ہے، لہذا اس کو اَنْ مخففہ مان کر رفع پڑھا جائے —

اور نصب اس لیے جائز ہے کہ یہاں ظن ہی ہے کامل یقین نہیں ہے تو مناسب ہے کہ اَنْ مصدریہ ہو جو امید کے لیے آتا ہے — اور اَنْ مصدریہ نصب دیتا ہے

اَنْ مخففہ مِنَ المثقلہ کا پہچان یہ ہے کہ

اَنْ اور فعل مضارع کے درمیان قَدْ، سِیْنْ، سَوْفَ یا کوئی حرف نفی آئے گا — جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ و اَنْ لَا يَقُوْمُ —

۲ لَنْ نفیِ مستقبل کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے لَنْ تَضْرِبَ تو ہرگز نہیں مارے گا —

۳ کَیْ سببیت کے لیے آتا ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ —

۴ اِذَنْ کے ذریعہ مضارع کے منصوب ہونے کے لیے دو شرط ہیں

۱ اِذَنْ کا مابعد اِذَنْ کے ماقبل کا معمول نہ بنے، اس لیے کہ اگر معمول بنے گا تو حکماً اِذَنْ کا مابعد اِذَنْ پر مقدم ہوگا، اور جب مقدم ہوگا تو اِذَنْ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کر سکے گا اس لیے کہ یہ عامل ضعیف ہے، اور جب عمل نہیں کرے گا تو مضارع مرفوع ہوگا، جیسے اَنَا اِذَنْ اُحْسِنُ اِلَیْكَ اس میں اَنَا مبتدا ہے اور اِذَنْ اُحْسِنُ اِلَیْكَ اس کی خبر ہے، اس لیے شرط ہے کہ مابعد ماقبل کا معمول نہ بنے —

۲ اِذَنْ کا مابعد استقبال کے لیے خاص ہو، اس لیے کہ اِذَنْ کا مابعد جواب اور جزا واقع ہوتا ہے، اور جواب اور جزا صرف استقبال میں ہوتا ہے اس لیے استقبال کے لیے ہونا شرط ہے — جیسے اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّةَ کہو اس شخص سے جو کہے اَسْلَمْتُ —

آنْ مقدرہ کا بیان

اگر اِذَنْ واو اور فا کے بعد ہو تو مضارع پر نصب اور رفع دونوں جائز ہے جیسے

اس لیے کہ واو اور فا حروف عاطفہ ہیں پر معطوف پر بھی وہی اعراب چاہتے ہیں جو معطوف علیہ پر ہو، لیکن ان کا دخول مستقل جملہ پر ہونے کی وجہ سے ان کا تعلق کمزور ہو گیا، اب ضعف تعلق کی وجہ سے اِذَنْ کا اعتبار کرتے ہوئے نصب جائز ہے، اور اگر تعلق کا اعتبار کیا جائے اگرچہ کمزور ہے تو رفع جائز ہے۔

چھ حروف کے بعد آنْ مقدر ہوگا اور فعل مضارع منصوب ہوگا وہ یہ ہیں حتّٰی، لام کی، لام جحود، واو، فا، اَوْ

حتی کے بعد آنْ مقدر ہونے کے لیے دو شرط ہیں

۱ حتی کا مابعد اپنے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل کے لیے ہو اگرچہ زمانۂ تکلم کے لحاظ سے ماضی، حال، یا مستقبل ہو۔

۲ "حتی" کی یا إلی کے معنی میں ہو جیسے اسلمتُ حتی أدخلَ الجنّةَ۔

حتی کے بعد آنْ مقدر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حتی حرف جار ہے اور حرف جار کا دخول فعل پر ممتنع ہے، اس لیے حتی کے بعد آنْ کو مقدر مان کر فعل کو مصدر کی تاویل میں کر لیں اب اس پر حتی کا دخول صحیح ہوگا اس لیے کہ مصدر اسم ہوتا ہے۔

اگر حتی کے مابعد فعل سے زمانۂ حال مراد لیں خواہ حال تحقیقی ہو یا حال حکائی، تو حتی حرف ابتدا ہوگا اور فعل مضارع مرفوع ہوگا، اس لیے کہ یہاں کوئی حرف ناصب و جازم نہیں ہے، لیکن اس صورت میں بھی حتی کا سبب کے معنی میں ہونا ضروری ہے جیسے مَرِضَ زیدٌ حتی لا یرجُونَهُ زید بیمار ہو گیا یہاں تک کہ لوگ اب اس کے بچنے کی امید نہیں کر رہے ہیں۔

حال تحقیقی: ادائے فعل اور تکلم دونوں زمانۂ حال میں ہو جیسے کنتُ سِرتُ حتی أدخلُ البلدَ، میں نے سفر کیا یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہو رہا ہوں۔ اس مثال میں دخول اور تکلم دونوں زمانۂ حال میں ہے۔

حالِ حکائی : فعل زمانۂ ماضی میں انجام دیا جا چکا ہے، لیکن
فعل کو انجام دیتے وقت (ماضی میں) جس عبارت کے ساتھ اسے بیان
کیا جاتا بالکل اسی عبارت کے ساتھ زمانۂ حال میں اسے بیان کیا جائے
جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ - مائدہ آیت ۷۰
انہوں نے (یہودیوں) ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہیں،
اس مثال میں ان کا قتل کرنا ماضی میں ہو چکا ہے لیکن ماضی میں
جس عبارت کے ساتھ بیان کیا جاتا اسی عبارت سے زمانۂ حال میں بیان
کیا جا رہا ہے یعنی قتل کرتے ہیں -

۲ لام کی کے بعد اَن مقدر ہوگا جیسے اسلمتُ لِاَنْ ادخلَ الجنۃَ -

۳ لام جحود کے بعد اَن مقدر ہوگا، لام جحود وہ لام جارہ زائدہ ہے
جو کانَ منفی کی خبر میں آتا ہے جیسے ما کان اللہُ لِیُعذّبَھم -
لام کی اور لام جحود کے بعد اَن مقدر ہونے کی وہی وجہ ہے جو حتیٰ کے بعد کی ہے -

۴ فا کے بعد اَن مقدر ہونے کے لیے دو شرط ہیں

۱ فا کا مابعد ماقبل کے لیے سبب ہو، اس لیے کہ مضارع میں اصل رفع ہے
تو رفع سے نصب کی جانب عدول کرنا معنیٔ سببیت کو صراحتاً بتانے کے لیے ہے
اس لیے کہ لفظ کا تغیر معنی کے تغیر پر دلالت کرتا ہے -

۲ فا سے پہلے جملہ انشائیہ یا جو جملہ انشائیہ کے معنی میں ہو وہ واقع ہو
وہ چھ فعل ہیں، امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، نفی -
مثلاً زُرْنِی فَاُکرِمَکَ، اس مثال میں فا کا مابعد جملہ خبریہ ہے
اور ماقبل جملہ انشائیہ ہے، اگر فا کے بعد اَن مقدر نہ مانا جائے تو
جملہ خبریہ کا عطف انشائیہ پر ہونا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے
اس لیے اَن کو مقدر مان کر اس کے مابعد کو مصدر کی تاویل میں کر لیں
اور فا سے پہلے والے جملہ انشائیہ کو بھی مصدر کی تاویل میں کر لیں، اور
مصدر مفرد ہوتا ہے، تو اب مفرد کا عطف مفرد پر ہوگا اور یہ درست ہے -
زُرْنِی فَاُکرِمَکَ کو اس طرح مصدر کی تاویل میں کریں گے
لِیَکُنْ مِنْکَ زِیَارَۃٌ فَاِکْرَامٌ مِنِّی -

۵ واو کے بعد

واو کے بعد "اَن" مقدر ہونے کے لیے دو شرط ہیں:
① جمعیت یعنی واو کا مابعد اور ما قبل ایک ساتھ ہو۔
② واو سے پہلے بھی وہی امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی اور عرض ہو
جیسے: لَا تَأكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبَ اللَّبَنَ۔ تمہارا مچھلی کھانا اور دودھ پینا ایک ساتھ نہ ہو۔

واو اور فا سے جملہ انشائیہ کا ہونا کیوں ضروری؟ اور اگر ان دونوں سے پہلے جملہ انشائیہ ہو تو "اَن" مقدر ہونے کی وجہ؟

وہ اس لیے کہ "واو" اور "فا" حروف عاطفہ سے ہیں اور مذکورہ مثال میں ان حروف کے بعد جملہ خبریہ ہے اگر ان سے پہلے بھی جملہ خبریہ ہو تو مابعد کا ماقبل پر عطف کرنے کا وہم ہوگا۔ اس لیے کہ خبر کا عطف خبر پر درست ہے۔ اور اگر عطف ہوگا تو ان حروف کے بعد "اَن" مقدر نہیں ہوگا اسی وہم سے بچنے کے لیے ان حروف سے پہلے جملہ انشائیہ کا ہونا ضروری ہے اس لیے کہ اگر ان حروف سے پہلے جملہ انشائیہ ہوگا تو عطف کرنے کا وہم نہیں ہوگا کیونکہ انشا کا عطف خبر پر درست نہیں ہے پھر عطف کرنے کے لیے ان حروف کے بعد "اَن" مقدر مان کر مابعد کو مصدر کی تاویل میں کرلیں اور ماقبل کو بھی مصدر کی شکل میں لائیں اور مصدر مفرد ہوتا ہے تو اب مفرد کا عطف مفرد پر کرنا ہوگا اور یہ درست ہے

۶ او کے بعد

"او" کے بعد "اَن" مقدر ہوگا جبکہ وہ "او" "اِلیٰ" یا "اِلَّا" کے معنی میں ہو
جیسے: لَأَلْزَمَنَّكَ أَوْ تُعْطِيَنِي حَقِّي۔ میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، میرا حق واپس دینے تک۔ کیونکہ "اِلیٰ" حرف جار ہے اور "اِلَّا" حرف استثنا ہے اور یہ دونوں حروف صرف اسم پر داخل ہوتے ہیں اسی لیے اُن حروف کے بعد ان مقدر مان کر مضارع کو بتاویل مصدر کرلیا جائے، تو اب اس پر ان حروف کا دخول درست ہوگا کیونکہ مصدر اسم ہوتا ہے۔

والعاطفة اذا كان المعطوف عليه اسمًا صريحًا۔

اب یہاں سے حروف عاطفہ کا ایک عام قاعدہ بتا رہے ہیں، اس میں واو، فا، اَو کے بعد "اَن" مقدر ہونے کے لیے جو شرائط مذکور ہوئے اس کی حاجت نہیں ہے

حروف عاطفہ واو، فا، او، ثم - ان کے بعد "اَنْ" کی تقدیر پر معطوف (مضارع) منصوب ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ معطوف علیہ اسم صریح یعنی فی نفسہ مصدر ہو - جیسے: اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُكَ زَیْدًا اَوْ تَشْتُمَ - اس میں تقدیر "اَنْ" کی وجہ یہ ہے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہے جس پر مضارع کا عطف درست نہیں ہے لہٰذا "اَنْ" مقدر مان کر اسے بتاویلِ مصدر کرلیں اب عطف درست ہوگا -

کن حروف کے بعد "اَنْ" کا اظہار جائز ہے؟

۱ لام کی کے بعد جیسے: جِئْتُكَ لِاَنْ تُكْرِمَنِیْ

۲ اس لام جارہ زائدہ کے بعد جو فعل امر یا ارادہ پر دلالت کرنے والے فعل کے بعد واقع ہو جیسے: وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَكُمْ، اَرَدْتُ لِاَنْ تَقُوْمَ

۳ حروف عاطفہ کے بعد جیسے: اَعْجَبَنِیْ قِیَامُكَ وَاَنْ تَذْهَبَ

ان تینوں حروف کے بعد اَنْ کا اظہار اس لیے جائز ہے کہ یہ تینوں خود اسم صریح (مصدر) پر داخل ہوتے ہیں جیسے: جِئْتُكَ لِلْاِكْرَامِ، اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ وَغَضَبُكَ، اَرَدْتُ لِضَرْبِكَ لہٰذا اگر کہیں اسم صریح پر داخل نہ ہو تو ان کے بعد "اَنْ" کا اظہار جائز ہے کہ وہ فعل کو اسم صریح کے معنی میں کر دیتا ہے -

ایک صورت میں "اَن" کا اظہار واجب ہے -

اس لام کے ساتھ "اَنْ" کا اظہار واجب ہے جس کا دخول الیسے فعل مضارع پر ہو جو مضارع "لام کی" کے دخول کی وجہ سے منصوب ہے جیسے: لِئَلَّا یَعْلَمَ اس کی اصل لِاَنْ لَا یَعْلَمَ ہے، کیوں کہ دو لام متحرک کا اجتماع مکروہ ہے -

درج ذیل صورتوں میں "اَن" کا اظہار جائز نہیں ہے -

۱ لام جحود اور حتی کے بعد کیوں کہ یہ دونوں اسم صریح (مصدر) پر داخل نہیں ہوتے

۲ واو، فا، او کے بعد کیوں کہ "واو" نے جمعیت، "فا" نے سببیت اور "اَوْ" نے انتہا کے معنی کو بتانے کے لیے اپنے مابعد میں نصب کا تقاضہ کیا تو گویا کہ یہ عوامل نصب کی طرح ہو گئے - اب اگر "اَنْ" کو ظاہر کیا جائے تو ایک معمول پر دو عامل ہوں گے جو کہ درست نہیں ہے - لہٰذا "اَن" کا اظہار جائز نہیں ہوگا -

جوازم مضارع پانچ ہیں، لم، لما، لام امر، لائے نہی، کلمات مجازات۔
لم، لما، لام امر اور لائے نہی ایک فعل کو جزم دیں گے اور کلمات مجازات (کلمات شرط و جزا) دو فعل کو جزم دیں گے اس کا بیان آگے آرہا ہے۔

لم اور لما: یہ دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں مگر ان دونوں کے درمیان فرق ہے

۱ لم مطلق نفی کو بتاتا ہے۔ جب کہ لمّا فعل کی نفی ہونے کے زمانے سے لیکر زمانہ تکلم تک فعل کی نفی ہونے کو بتاتا ہے جیسے: نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمْ یَنْفَعْهُ النَّدَمُ زید شرمندہ ہوا لیکن اس کے شرمندہ ہونے نے اسے فائدہ نہیں پہنچایا۔
اور نَدِمَ زَیْدٌ وَلَمَّا یَنْفَعْهُ النَّدَمُ۔ زید شرمندہ ہوا لیکن اس کے شرمندہ ہونے نے اسے اب تک فائدہ نہیں پہنچایا۔

۲ لما کے ذریعے جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کا حذف جائز ہے اگر حذف پر کوئی دال ہو۔ جیسے: شَارَفْتُ الْمَدِیْنَةَ وَلَمَّا۔ اصل وَلَمَّا اَدْخُلْهَا ہے۔

۳ لَمْ سے پہلے ادوات شرط کا دخول جائز ہے لیکن لما سے پہلے نہیں جیسے: اِنْ لَمْ تَضْرِبْ درست ہے لیکن اِنْ لَمَّا تَضْرِبْ درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اس صورت میں عامل (اِنْ) اور معمول (تَضْرِبْ) کے درمیان فاصلہ قویہ ہے۔

۴ لمّا سے جس فعل کی نفی کی جاتی ہے مستقبل میں اس کے حصول کی امید رہتی ہے جب کہ "لَمْ" سے یہ امید ظاہر نہیں ہوتی۔ جیسے: جیسے امیر کے سوار ہونے کی امید ہو اس سے کہا جائے لَمَّا یَرْکَبِ الْاَمِیْرُ۔

ولام الامر المطلوب بھا الفعل

لام امر وہ لام ہے جس کے ذریعے وجود فعل کو طلب کیا جاتا ہے، اس لام امر میں "لام دعا" اور لام التماس بھی شامل ہے، کیوں کہ نحویوں کے نزدیک امر کی تعریف علیٰ سبیل الاستعلا (خود کو بڑا سمجھتے ہوئے) کی قید نہیں ہے۔ لام امر مکسور ہوتا ہے اور ایک لغت میں مفتوح بھی ہے۔ اور اگر لام امر واو، فاء، ثُمَّ کے بعد ہو تو ساکن ہوگا جیسے: وَلْتَاْتِ طَائِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا۔ ثُمَّ لْیَقْضُوْا۔

لام النھی المطلوب بھا الترک

لائے نہی وہ "لا" ہے جس سے ترکِ فعل کو طلب کیا جاتا ہے جیسے: لَا تَضْرِبْ
لائے نہی مضارع کی تمام قسموں پر داخل ہوتا ہے۔ خواہ وہ معروف ہو۔

مجہول ہو، غائب ہو، مخاطب ہو، متکلم ہو، بر خلاف لام امر کے کیوں کہ وہ مخاطب پر داخل نہیں ہوتا ہے۔

کلمات مجازات (شرط وجزا)

اِن، مَن، مَہما، حیثما، اِذما، متٰی، اَینَ، مَا، اَیُّ، اَنّٰی، کیفما اور اِذا

۱ اِذ اور حیث کے ساتھ جب "ما" ہو تبھی مضارع مجزوم ہوگا ان کے ذریعہ۔

۲ این اور متٰی کے ساتھ "ما" ہو یا نہ ہو ان کے ذریعہ مضارع مجزوم ہوگا۔

۳ کیفما اور اِذا کے ساتھ مضارع مجزوم ہونا شاذ ہے کیوں کہ کیفما عموم احوال کو بتاتا ہے۔ جیسے: کہا جاتا ہے کَیفَ تَقرَأ اَقرَأ۔ اس کا معنی ہے جس حال اور کیفیت میں تو پڑھے گا میں پڑھوں گا، اور دو قاریوں کا تمام احوال میں اور کیفیات میں ایک ہونا متعذر ہے۔

رہا اِذا کے ساتھ، کیوں کہ کلمات مجازات مضارع کو جزم دیتے ہیں اِن کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے اور اِن کو امور مشکوکہ کے لیے وضع کیا گیا ہے جب کہ "اِذا" کو امور یقینیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ تو اگر "اِذا" "اِن" کے معنی میں ہو کر مضارع کو جزم دے تو اصل وضع کے خلاف استعمال ہوگا۔ اس لیے شاذ ہے

کلمات المجازاة تدخل على الفعلين لسببية الاول ومسببية الثاني۔

مفہوم: کلمات مجازات دو فعل پر داخل ہو کر دونوں کو جزم کرتے ہیں اس کے لیے شرط یہ ہے کہ متکلم نے فعل اول کو فعل ثانی کے لیے سبب کا اعتبار کیا ہو، یہ ضروری نہیں کہ فعل اول، فعل ثانی کے لیے خارج یا ذہن میں سبب حقیقی ہو۔ صرف متکلم کا اعتبار کر لینا ہی کافی ہے جیسے: اِن تَشتُمنِی اُکرِمكَ۔

اس میں فعل اول کو شرط کہتے ہیں کیوں کہ وہ فعل ثانی کے تحقیق کے لیے شرط ہوتا ہے فعل ثانی کو جزا کہتے ہیں کیوں کہ جس طرح جزا (بدلہ، اجرت) کی بنیاد کام پر ہوتی ہے اسی طرح یہاں فعل ثانی کی بنیاد اول پر ہے۔

شرط و جزا کا اعراب

۱ اگر شرط و جزا دونوں مضارع ہو جیسے: اِن تَضرِبنِي اَضرِبكَ تو دونوں میں اور اگر صرف شرط مضارع ہو جیسے: اِن تَزُرنِي فَقَد زُرتُكَ۔ تو شرط میں جزم واجب ہے اس لیے کہ یہاں "اِن" عامل جازم داخل ہے اور ساتھ ہی مضارع مجزوم ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اگر صرف جزا فعل مضارع ہو تو اس میں رفع اور جزم دونوں جائز ہے
جیسے إِنْ ضَرَبْتَنِي أَضْرِبُكَ - اس لیے کہ اس صورت میں عامل جازم (اِنْ)
اور معمول (مضارع) کے درمیان فعل ماضی سے فصل ہو گیا اور یہ معمول بننے
کی صلاحیت نہیں رکھتا (کیوں کہ یہ مبنی ہوتا ہے) جس کی وجہ سے عامل جازم
کا تعلق کمزور ہو گیا، تو اس ضعفِ تعلق کی وجہ سے رفع جائز ہے،
اور اگر تعلق کا اعتبار کیا جائے اگرچہ کمزور ہی ہے (کچھ تو تعلق ہے) تو جزم جائز ہے -

جزا پر "فا" کا دخول کب ناجائز، کب جائز، کب واجب ہے؟

1 اگر جزا فعل ماضی بغیر قَدْ کے ہو خواہ ماضی لفظاً ہو جیسے إِنْ خَرَجْتَ خَرَجْتُ
یا معنیً ہو جیسے إِنْ خَرَجْتَ لَمْ أَخْرُجْ، اور قَدْ نہ لفظاً ہو نہ معنیً، تو
اس صورت میں جزا پر "فا" کو لانا جائز نہیں ہے -
کیوں کہ "فا" شرط و جزا کے درمیان ربط پیدا کرنے کے لیے آتا ہے، اور اس صورت
میں عامل جازم کا معنوی ربط (یعنی ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دینا) پہلے سے
ہی جزا سے ہے، تو اب رابطہ یعنی "فا" کو لانے کی حاجت نہیں ہے -

2 اگر جزا مضارع مثبت، یا منفی بِلَا ہو تو اس میں "فا" کو نہ لانا، اور لانا" دونوں
جائز ہے -
"فا" کو نہ لانا اس لیے جائز ہے کہ حرفِ شرط کے دخول سے پہلے مضارع
حال یا استقبال دونوں کے لیے ہو سکتا تھا، لیکن حرفِ شرط نے اسے استقبال
کے لیے خاص کر دیا، تو حرفِ شرط کا معنوی ربط باقی رہا، اس لیے فائے رابطہ
کی حاجت نہیں - جیسے إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ -

اور "فا" کا لانا اس لیے جائز ہے کہ حرفِ شرط نے جس طرح ماضی کو مستقبل
کے معنی میں کیا تھا، اس طرح مضارع کو مستقبل کے معنی میں نہیں کر رہا ہے
کیوں کہ اس میں پہلے بھی استقبال کا معنی تھا، تو رابطۂ معنوی کے کمزوری
کی وجہ سے "فا" کو لانا بھی جائز ہے - جیسے وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ -

درج ذیل صورتوں میں جزا میں "فا" لانا واجب ہے۔

۱۔ جزا فعل ماضی "قد" کے ساتھ ہو۔ خواہ "قد" لفظاً ہو یا معنیً۔ جیسے! إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ مِنْ قَبْلُ۔ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

۲۔ جزا جملہ اسمیہ ہو۔ جیسے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔

۳۔ جزا فعل امر ہو۔ جیسے: إِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا۔

۴۔ جزا فعل نہی ہو جیسے! إِنْ كُنْتَ مُسَافِرًا فَلَا تَصُمْ۔

۵۔ جزا جملہ دعائیہ ہو جیسے: إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً۔

۶۔ جزا جملہ استفہامیہ ہو۔ جیسے! إِنْ أُمِرْتُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ۔

۷۔ جزا مضارع منفی بما ہو یا منفی بلن ہو جیسے: ان تقم فما أضربك۔ إِنْ أَسْلَمْتَ فَلَنْ تَدْخُلَ النَّارَ۔

۸۔ جزا تمنی ہو۔ جیسے! ان اکرمتنی فلیت الامیر یکرمک

قد کے ساتھ "فا" کا لانا اس لیے واجب ہے کہ کلمات مجازات کی تاثیر یہ ہے کہ وہ ماضی کو مستقبل کے معنی میں کر دیتے ہیں۔ لیکن جب ماضی کے ساتھ قد ہوتا ہے تو ماضی محقق ہو جاتا ہے (یعنی وہ ماضی واقع ہو چکا ہے) اب وہ مستقبل کے معنی میں نہیں ہو گا، تو ان حرف شرط کی تاثیر معنوی نہیں رہے گی اس وجہ سے لانا واجب ہے۔

جملہ اسمیہ کے ساتھ "فا" کا لانا اس لیے ضروری ہے کہ جملہ اسمیہ دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اور دوام و استمرار کا مطلب ہے کسی چیز کا ہر زمانے میں ہوتے رہنا۔ اب اگر حرف شرط کی تاثیر مانو تو جملہ اسمیہ مستقبل کے لیے خاص ہو جائے گا اور دوام و استمرار کا معنی ختم ہو جائے گا لہٰذا حرف شرط کی تاثیر معنوی نہ ہونے کی وجہ سے "فا" کا لانا واجب ہے

امر، نہی، دعا، تمنی، عرض، منفی بلن میں اس لیے ضروری ہے کہ یہ افعال حرف شرط کے دخول سے پہلے بھی استقبال کے معنی میں تھے اس وجہ سے حرف شرط کی تاثیر معنوی ظاہر نہ ہو گی، اس لیے فائے رابطہ کو لانا واجب ہے۔

مضارع منفی ہوتا میں اس لیے کہ "ما" مضارع کو حال کے ساتھ خاص کر دیتا ہے، تو یہاں بھی حرف شرط کی تاثیر معنوی [illegible] نہ رہی، لہذا ضروری ہے

جملہ استفہامیہ کے ساتھ اس لیے کہ حرف شرط کے دخول سے پہلے جس طرح استفہام میں تینوں زمانوں کا احتمال تھا اسی طرح دخول کے بعد بھی احتمال ہے تو حرف شرط کی تاثیر معنوی ظاہر نہ ہوئی، اس لیے "فا" کو لانا واجب ہے

جب جملہ اسمیہ جزا واقع ہو تو اس میں "فا" کی جگہ "اذا" مفاجائیہ کو لانا بھی درست ہے، اس لیے کہ اذا مفاجائیہ کا معنی فا کے معنی سے قریب ہے اس طور پر کہ اذا مفاجائیہ ایک شئی کے بعد متصلاً دوسری شئی کے وقوع کو بتاتا ہے اور فا کا بھی یہی معنی ہے، اس لیے "فا" کی جگہ آنا درست ہے -

فائدہ — اذا مفاجائیہ جملہ اسمیہ جزائیہ کے ساتھ آئے گا اور اذا شرطیہ جملہ فعلیہ کے ساتھ آئے گا، تاکہ دونوں میں فرق ہو جائے - اذا مفاجائیہ کی مثال
اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ -
یعنی فَهُمْ يَقْنَطُوْنَ -

پانچ قسم کے افعال کے بعد اَنْ مقدر ہوگا اور مضارع مجزوم ہوگا -

1 امر کے بعد جیسے زُرْنِیْ اُکْرِمْكَ
2 نہی کے بعد جیسے لَا تَفْعَلِ الشَّرَّ يَكُنْ خَيْرًا لَّكَ -
3 استفہام کے بعد هَلْ عِنْدَكُمْ مَاءٌ اَشْرَبْهُ -
4 تمنی کے بعد جیسے لَيْتَ لِيْ مَالًا اُنْفِقْهُ -
5 عرض کے بعد اَلَا تَنْزِلُ تُصِبْ خَيْرًا -

ان افعال خمسہ کے بعد مضارع کے مجزوم ہونے کے لیے شرط ہے کہ ان افعال سے سببیت کا قصد کیا گیا ہو اور ان افعال کے بعد واقع ہونے والا فعل مضارع اپنے ماقبل کا مسبب بننے کی صلاحیت رکھتا ہو — جیسے مذکورہ مثال دیکھیں -

اور اگر ان افعال سے سببیت کا قصد نہ کیا گیا ہو تو ان افعال کے بعد فعل مضارع کو جزم دینا جائز نہیں بلکہ رفع دینا واجب ہوگا - جیسے
فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِيْ - میں يَرِثُنِيْ -

اِنْ حرف شرط کا مقدر ہوکر مضارع کو مجزوم کرنا انہی افعال خمسہ کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

یہ افعال خمسہ طلب پر دلالت کرتے ہیں، اور طلب کا تعلق اکثر ایسے مطلوب سے ہوتا ہے جس پر کوئی فائدہ مرتب ہو مثلاً أَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ میں "أَسْلِمْ"، فعل طلب ہے، اس سے مطلوب اسلام لانا ہے جس پر فائدہ یعنی دخولِ جنت مرتب ہے تو فائدہ اس مطلوب کے لیے مسبب اور مطلوب، فائدہ کے لیے سبب ہو جاتا ہے، اور "اِنْ" کو مقدر ماننے کے لیے بھی سبب مسبب چاہیے کیونکہ جس وقت "اِنْ" لفظوں میں ہوتا ہے اس وقت ضروری ہوتا ہے کہ فعل اول سبب اور ثانی مسبب ہو، اور فعل اول کا سبب اور ثانی کا مسبب ہونا ان افعال خمسہ میں پایا جاتا ہے اس لیے ان افعال کے بعد "اِنْ" مقدر ہوگا۔

فعل امر۔

فعل امر کی تعریف ← فعل امر وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعلِ مخاطب سے فعل کو طلب کیا جاتا ہے علامت مضارع حذف کرکے۔

فعل امر کا حکم ← حقیقت میں فعل امر مبنی بر سکون ہوگا، کیونکہ علامت مضارع کی وجہ سے فعل مضارع اسم کے مشابہ ہوکر معرب ہوتا ہے لیکن یہاں علامت مضارع ہی کو حذف کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہ اسم کے مشابہ نہیں ہوا، اور جب اسم کے مشابہ نہیں ہوا تو یہ مبنی بر سکون ہوگا کیونکہ مبنی میں اصل سکون ہے۔

اور صورت میں مضارع مجزوم کا حکم ہوگا، اس لیے کہ امر باللام یعنی امر غائب و متکلم میں مضارع مجزوم کا حکم حقیقی ہے، اور "امر حاضر معروف" امر باللام کے مشابہ ہے اس طور پر کہ دونوں میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے تو اس مشابہت کی وجہ سے امر حاضر کو صورتاً امر باللام کا حکم دے دیا گیا۔ یہ بصریوں کا مذہب ہے۔

کوفیوں کا مذہب یہ ہے کہ فعل امر مجزوم اور معرب ہوگا، لام امر مقدرہ کی وجہ سے جیسے اِفْعَلْ اصل میں لِتَفْعَلْ ہے لام امر کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا، اور "تا" کو مضارع سے التباس کی وجہ سے حذف کیا گیا اور حرف اول کے سکون ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصل نہیں لایا گیا۔

فعل امر بنانے کا طریقہ

۱۔ علامت مضارع کو حذف کرنے کے بعد اگر حرف متحرک ہو تو آخری حرف کو ساکن کرکے بقیہ کو امر بنایا جائے گا جیسے تَعِدُ سے عِدْ ۔

۲۔ اگر اسے حذف کرنے کے بعد حرف ساکن ہو، اور وہ ثلاثی مجرد کا مضارع ہو یا ثلاثی مزید فیہ کے ابواب کا ایسا مضارع ہو کہ اس کے ماضی میں چار حروف نہ ہوں تو شروع میں ہمزۂ وصل لائیں گے۔
اب اگر اس حرف ساکن کے بعد ضمہ ہو تو ہمزۂ وصل کو ضمہ دیں گے جیسے اُقْتُلْ، اس لیے کہ اگر فتحہ دیں تو فعل مضارع واحد متکلم معروف (اَقْتُلُ) سے التباس ہوگا، اور اگر کسرہ دیا جائے تو کسرہ سے ضمہ کی طرف جانا ہوگا اور یہ ثقیل ہے جیسے اِقْتُلْ۔

اور اگر اس حرف ساکن کے بعد کسرہ ہو جیسے اضرِب، یا فتحہ ہو جیسے اعلَم، تو ہمزۂ وصل کو کسرہ دیں گے۔
اس لیے کہ اگر حرف ساکن کے بعد کسرہ ہو جیسے اضرِب، اور ہمزۂ وصل کو ضمہ دیا جائے جیسے اُضرِب، تو باب افعال کے ماضی مجہول سے التباس ہوگا، اور اگر فتحہ دیا جائے تو اسی باب کے فعل امر سے التباس ہوگا جیسے اَضرِب۔ اس لیے کسرہ دیا جائے گا۔

یا حرف ساکن کے بعد فتحہ ہو، تو اگر اس میں ہمزۂ وصل کو ضمہ دیا جائے جیسے اُعلَم، تو مضارع مجہول متکلم سے التباس ہوگا، اور اگر فتحہ دیا جائے تو باب افعال کے ماضی معروف سے التباس ہوگا، لہذا کسرہ ہی دیا جائے گا۔

مفعول ما لم یُسَمَّ فاعِلُہٗ۔

فعل ما لم یسم فاعلہٗ وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کرکے اس کے مفعول کو اس کے مقام پر رکھ دیا گیا ہو۔ یعنی فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کی گئی ہو جیسے ضُرِبَ زیدٌ ۔

فعل ما لم یسم فاعلہٗ کو بنانے کا طریقہ۔

۱۔ فعل ما لم یسم فاعلہٗ اگر ماضی ہو تو شروع حرف کو ضمہ اور آخر سے پہلے حرف کو کسرہ دیں گے جیسے ضُرِبَ، دُحرِجَ، اُعلِمَ ۔

شروع حرف پر ضمہ اور آخر سے پہلے کسرہ ہو، پر وزن اپنانے کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل کا معنی غریب ہے اس طور پر کہ اس میں فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کی گئی ہے، تو اس کے لیے وزن بھی غریب اپنایا گیا کہ یہ وزن اور دوسرے فعل میں ملنا مشکل ہے۔

اس کے برعکس فِعُلَ کیوں نہیں ہوا؟

وہ اس لیے کہ اس صورت میں کسرہ سے ضمہ کی طرف جانا ہوگا اور یہ فُعِلَ سے زیادہ ثقیل ہے۔

۲ اگر فعل ماضی کے شروع میں ہمزہ وصل ہو تو ہمزہ وصل اور تیسرے حرف کو ضمہ اور آخر سے پہلے حرف کو کسرہ دیں گے جیسے اُجتُنِبَ، اُستُنصِرَ، اُنطُلِقَ، اس لیے کہ اگر تیسرے حرف کو اپنی حال پر چھوڑ دیا جائے تو ان ابواب کے فعل امر سے التباس ہوگا اگر اس فعل سے پہلے "واو" وغیرہ ہو جیسے وَاجتُنِبَ۔ یہ التباس حالت وقف میں ہوگا۔

۳ اگر فعل ماضی کے شروع میں "تا" ہو تو دوسرے حرف کو ضمہ اور آخر سے پہلے کو کسرہ دیں گے جیسے تُعُلِّمَ، تُدُحرِجَ، تُجُوهِلَ۔ دوسرے حرف کو ضمہ دینا اس لیے ہے کہ اگر ضمہ نہ دیا جائے تو تُعُلِّمَ کا باب تفعیل کے تُعَلِّمُ سے اور تُدُحرِجَ کا اپنے باب کے ماضی معروف تَدَحرَجَ سے اور تُجُوهِلَ [1] کا باب تفاعل کے مضارع معروف تُجَاهِلُ سے التباس ہوگا۔

۴ اگر فعل ماضی حرف معتل عین ہو اور وہ عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہو ماضی معروف میں، تو اس میں حرف اول کو کسرہ دینا اور دوسرا حرف اگر "یا" نہ ہو تو اسے "یا" کر دینا زیادہ فصیح ہے جیسے قِیلَ، بِیعَ۔

اور دوسرے حرف کے سکون کے ساتھ اس کی اصلی حالت میں پڑھنا بھی جائز ہے، اس صورت میں "یا" واو ہو جائے گی جیسے قُولَ، بُوعَ۔

[1] تُجُوهِلَ کا ماضی معروف تَجَاهَلَ ہے اب مجہول بنانے کے لیے حرف اول کو ضمہ دیا تُجَاهِلَ ہوا اب اگر دوسرے حرف کو ضمہ نہ دیا جائے تو تفاعل کے مضارع معروف تُجَاهِلُ سے التباس ہوگا۔ [illegible]

فعل ما لم یسم فاعلہ اگر فعل مضارع ہو تو علامت مضارع
کو ضمہ اور آخر سے پہلے حرف کو فتحہ دیں گے جیسے یُضْرَبُ ۔
اور اگر مضارع اعتلال عین ہو تو عین کلمہ کو الف سے بدل دیں گے
جیسے یُقَالُ ، یُبَاعُ ، یُخَافُ ۔ کیونکہ ان کا "عین کلمہ" حقیقتاً
یا حکماً متحرک ہے اور "یُفْعَلُ" سے پہلے فتحہ ہے ، اور قاعدہ ہے
جو واو اور یا متحرک بعد فتحہ واقع ہوں وہ الف سے بدل جائیں گے ۔
"یُخْشَیُ" میں عین کلمہ حقیقتاً متحرک ہے اور اس سے پہلے فتحہ ہے ۔
"یُقْوَلُ" میں عین کلمہ حکماً متحرک ہے اس طور پر کہ واو کی حرکت
ماقبل کو دے دیا ، تو اب "قاف" پر فتحہ آ گیا ، اور واو حکماً
متحرک رہا ۔

فعل متعدی

فعل متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کے سمجھنے پر موقوف ہو
جیسے ضَرَبَ ، کیونکہ ضرب کا سمجھنا مضروب کے سمجھنے پر موقوف ہے ۔

فعل غیر متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کے سمجھنے پر
موقوف نہ ہو جیسے قَعَدَ ۔

فعل غیر متعدی کو متعدی بنانے کے طریقے

1. شروع میں ہمزہ لاکر جیسے ذَهَبْتُ (میں گیا) اَذْهَبْتُ (میں لے گیا)
2. عین کلمہ کو مشدد لاکر فَرِحَ (وہ خوش ہوا) فَرَّحَ (اس نے خوش کیا)
3. مفاعلہ کے الف کے ذریعہ مَشَیْتُ (میں چلا) مَاشَیْتُ زَیْدًا (میں زید کے ساتھ چلا)
4. سین استفعال کے ذریعہ خَرَجْتُ (میں نکلا) اِسْتَخْرَجْتُ (میں نے نکالا)
5. حرف جار کے ذریعہ ذَهَبْتُ (میں گیا) ذَهَبْتُ بِزَیْدٍ (میں زید کو لے گیا)

تو دوسرے حرف کو ضمہ دیا ، اب قاعدہ ہے جو الف ضمہ کے بعد ہو وہ واو ہو جاتا ہے
تو اب "سُوْهِلَ" ہو گیا ۔

فعل متعدی

فعل متعدی کی تین قسمیں ہیں - ۱ متعدی بیک مفعول جیسے ضَرَبْتُ زیداً -

۲ متعدی بدو مفعول ، پھر یہ بھی دو طرح کا ہے -

۱ اس کا ایک مفعول دوسرے مفعول کا مفہوم و مصداق دونوں میں مغایر ہوگا جیسے اَعْطَیْتُ زیداً درہماً - ۱

۲ اس کا ایک مفعول دوسرے مفعول کا صرف مفہوم میں مغایر ہوگا اور مصداق دونوں کا ایک ہوگا جیسے عَلِمْتُ زیداً عالماً . میں نے زید کو عالم جانا - ۲

۳ متعدی بسہ مفعول ، اور وہ یہ ہیں اَعْلَمَ ، اَرٰی ، اَنْبَأَ ، نَبَّأَ ، اَخْبَرَ ، خَبَّرَ ، حَدَّثَ ، جیسے اَعْلَمْتُ زیداً بکراً فاضلاً میں نے بکر کو بتایا کہ زید فاضل ہے ،

متعدی بسہ مفعول ہونے میں اَعْلَمَ اور اَرٰی اصل ہیں ، اس لیے کہ یہ دونوں ثلاثی مجرد میں بھی متعدی بدو مفعول تھے ، ہمزہ آنے کے بعد ایک مفعول اور بڑھ گیا ، لیکن ان کے علاوہ اَخْبَرَ ، خَبَّرَ مجرد میں بھی اگرچہ اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اس وقت پر متعدی بیک مفعول ہوتے ہیں ، اور اَنْبَأَ ، نَبَّأَ ، حَدَّثَ ، پر مزید فیہ میں جس معنی میں استعمال ہوتے ہیں . مجرد میں اس معنی میں استعمال ہی نہیں ہوتے ، اس لیے وہ دونوں اصل ہوئے اور یہ سب ان دونوں کے تابع ہوئے -

متعدی بسہ مفعول کا حکم

اس کا مفعول اول باب اَعْطَیْتُ کے دونوں مفعولوں کی طرح ہے ، یعنی جس طرح اَعْطَیْتُ کے مفعول اول کا ذکر اور ثانی کا حذف ، یا ثانی کا ذکر اور اول کا حذف جائز ہے ، اسی طرح اس کے مفعول اول کا ذکر اور ثانی ثالث کا حذف ، یا ثانی ثالث کا ذکر اور اول کا حذف جائز ہے جیسے اَعْلَمْتُ زیداً ، اَعْلَمْتُ بکراً فاضلاً -

اس کے دوسرے تیسرے مفعول کا حکم در عَلِمْتُ ، کے دونوں مفعول کی طرح ، یعنی جس طرح عَلِمْتُ میں مفعول کو ذکر کرنا ہے تو دونوں کو کرنا ہوگا یا حذف کرنا ہے تو دونوں ہوگا ، اسی طرح اس میں ذکر کرنا ہو یا حذف کرنا ہو تو ثانی ثالث دونوں کو کرنا ہوگا ، جیسے مذکورہ مثال -

۱ زید کا مفہوم الگ ہے اور درہم کا مفہوم الگ ہے اور دونوں الگ الگ چیز پر صادق آ رہے ہیں ، زید انسان پر ا

۲ دونوں کا مفہوم الگ ہے لیکن مصداق ہے یعنی جس ذات پر زید صادق آ رہا ہے اسی پر عالم بھی صادق آ رہا ہے درهم

افعال قلوب

افعال قلوب کو افعال شک و یقین بھی کہتے ہیں ، یہاں شک ظن کے معنی میں ہے ۔

افعال قلوب میں سے ظَنَنْتُ ، حَسِبْتُ ، خِلْتُ ، ظن کے لیے ہیں ۔
زَعَمْتُ ، کبھی ظن اور کبھی یقین کے لیے آتا ہے ۔
عَلِمْتُ ، رَأَیْتُ ، وَجَدْتُ ، یقین کے لیے آتے ہیں ۔

ان افعال کا عمل: یہ تمام افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوں گے ، متکلم کے اس خیال کو ظاہر کرنے کے لیے جس خیال سے اس نے جملہ ادا کیا ، یعنی اگر جملہ اسمیہ سے پہلے افعال ظن ہو تو سمجھا جائے گا متکلم کو ظن ہے جیسے ظَنَنْتُ زَیْدًا قَائِمًا ۔ اور اگر اس سے پہلے افعال یقین ہو تو سمجھا جائے گا متکلم کو یقین ہے جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا قَائِمًا ۔
یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر اس کے دونوں جز مسند اور مسند الیہ کو نصب دیں گے کیونکہ یہ دونوں جز اس کا مفعول ہیں ۔

افعال قلوب کی خصوصیات

پہلی خصوصیت ! اس کے دونوں مفعول کا ذکر ضروری ہے ، ایک کا ذکر ایک کا حذف جائز نہیں

سوال ! اس کے دونوں مفعول اصل میں مبتدا اور خبر ہوتے ہیں ، اور مبتدا خبر میں ایک کا ذکر ایک کا حذف جائز ہے ، تو اس میں کیوں جائز نہیں ہے ؟

جواب !- اس کے مفعول اگرچہ الگ الگ دو معلوم ہو رہے ہیں ، لیکن حقیقت میں ایک مفعول ہے وہ ہے ان دونوں کا مضمون جملہ جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا قَائِمًا میں زَیْدًا قَائِمًا کا مضمون جملہ قِیَامُ زَیْدٍ ہے ، اور یہ ترکیب اضافی ہوکر ایک کلمہ کی منزل میں ہوگیا ہے ، اب اگر کسی ایک کو حذف کریں تو کلمہ کے جز کا حذف کرنا ہو جائے گا اور یہ صحیح نہیں ، اس لیے کسی مفعول کا حذف جائز نہیں ہے ۔

٣١٥

دوسری خصوصیت: افعال قلوب سے الغا[1] یعنی عمل کو لفظاً اور معنیً[2] باطل کرنا۔ یہ دو جگہ جائز ہے۔

١۔ افعال قلوب اپنے دونوں مفعولوں کے درمیان آئے جیسے زیدٌ ظننتُ قائمٌ۔
٢۔ افعال قلوب اپنے دونوں مفعولوں کے بعد آئے جیسے زیدٌ قائمٌ ظننتُ۔
ان دونوں صورتوں میں الغا اس لیے جائز ہے کہ الغاء کی صورت میں بھی کلام مبتدا اور خبر ہو کر تام ہو جاتا ہے، مزید یہ کہ توسط و تاخر کی وجہ سے ان کا عمل کمزور ہو گیا۔

پانچ جگہوں میں الغا واجب ہے۔

١۔ افعال قلوب فعل اور فاعل کے درمیان آئے جیسے ضَرَبَ أحسبُ زیدٌ۔
٢۔ اِنَّ کے اسم وخبر کے درمیان آئے جیسے اِنَّ زیداً أحسبُ قائمٌ۔
٣۔ سَوْفَ اور اس کے مدخول کے درمیان آئے جیسے سَوْفَ أحسبُ یقُومُ زیدٌ۔
٤۔ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آئے جیسے جاءَنی زیدٌ أحسبُ وبکرٌ۔
٥۔ اسم فاعل اور اس کے معمول کے درمیان آئے جیسے لَسْتُ بِمُکرِمٍ أحسبُ زیداً۔

تیسری خصوصیت تعلیق ہے، یعنی اس کے عمل کو صرف لفظاً باطل کرنا ہے معنیً نہیں۔

تعلیق تین جگہوں میں ہو گا

١۔ افعال قلوب جملہ استفہامیہ سے پہلے واقع ہو جیسے علمتُ أزیدٌ عندک أم بکرٌ
٢۔ افعال قلوب اس حرف نفی سے پہلے جو حرف نفی اس کے معمول پر داخل ہے علمتُ ما زیدٌ
فی الدار ٣۔ اس لام ابتدا سے پہلے ہو جو لام ابتدا اس کے معمول پر داخل ہے جیسے علمتُ لَزیدٌ منطلقٌ

تعلیق کو ان تینوں کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں (حرف استفہام، حرف نفی، لام ابتدا) اپنے وضع کے اعتبار سے جملے کے شروع میں واقع ہوتے ہیں اور جملے کو اس کی اصلی حالت پر باقی رکھنے کا تقاضہ کرتے، اور افعال قلوب اپنے معمول کو نصب دینے (تبدیلی) کا تقاضہ کرتے ہیں، تو دونوں کے تقاضے ایک دوسرے کے منافی ہیں، اس لیے لفظاً ان تینوں کی رعایت کر کے اسے نصب نہیں دیا گیا، اور معنیً افعال قلوب کی رعایت کر کے اسے مفرد کی تاویل میں کر دیا گیا۔

[1] لفظاً باطل کرنا یعنی اس کے مفعول کو نصب نہ دینا
[2] معنیً باطل کرنا مطلب اس کے مفعول کو مضمون جملہ کی شکل میں لا کر مفرد کی تاویل میں نہ کرنا۔

تعلیق میں افعال قلوب کا عمل معنیً باقی رہتا ہے اس لیے جملہ منصوبہ کا عطف اس پر جائز ہے جیسے علمتُ لزیدٌ منطلقٌ و بکراً فاعلاً —

چوتھی خصوصیت: اس کا فاعل اور مفعول دونوں ضمیر متصل ہوں، اور دونوں کا مصداق ایک ہو، یہ افعال قلوب میں جائز ہے — جیسے علمتُنی منطلقاً، اس میں "تا" ضمیر فاعل، اور "یا" ضمیر مفعول دونوں ضمیر متصل ہیں، اور دونوں کا مصداق ایک ہے وہ ہے متکلم —

اس خصوصیت میں ضمیر متصل کی قید اس لیے ہے کہ اگر ایک بھی ضمیر، منفصل ہو تو یہ افعال قلوب کا خاصہ نہیں رہے گا، کیونکہ ایک ضمیر متصل ہو اور ایک منفصل ہو، اور دونوں کا مصداق ایک ہو تو یہ دوسرے افعال میں بھی پایا جاتا ہے جیسے ایّاكَ ظلمتَ —

مذکورہ چار خصوصیات دوسرے افعال میں کیوں نہیں ہے؟

وہ اس لیے کہ فاعل کی اصل مؤثِّر (اثر ڈالنا) اور مفعول کی اصل متأثِّر (اثر کو قبول کرنا) ہوتا ہے، اور مؤثر کی اصل ہے کہ وہ متاثر کے مغائر ہو اس لیے دوسرے افعال میں مثلاً ضربتُنی کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ دوسرے افعال میں مؤثر و متاثر میں مغائرت نہیں رہتی۔ بلکہ دونوں لفظاً (فاعل و مفعول کا ضمیر متصل ہونا) اور معنیً (دونوں ضمیر متصل کا مصداق ایک ہونا) متحد ہو جاتے ہیں، اور فعل میں دو ضمیر کا لفظاً و معنیً متحد ہونا یہ مکروہ ہے، اس لیے دوسرے افعال میں یہ خصوصیت نہیں ہے —

مذکورہ خرابی (یعنی لفظاً اور معنیً متحد ہونا) افعال قلوب میں بھی پائی جا رہی ہے پھر افعال قلوب میں کیسے درست ہے؟

جواب: افعال قلوب میں دونوں صرف معنیً متحد ہیں، لفظاً متحد نہیں ہیں کیونکہ علمتُنی منطلقاً میں "ی" یا ضمیر متصل، حقیقت میں مفعول بہ نہیں ہے بلکہ اس کا مضمون جملہ انطلاقی مفعول بہ ہے، تو اب علمتُ انطلاقی میں دونوں صرف معنیً متحد ہیں، لفظاً نہیں ہیں اس طور کہ انطلاقی ترکیب اضافی ہے، اور ترکیب اضافی میں اصل مضاف ہے اور انطلاقی ضمیر نہیں ہے —

افعال ناقصہ

افعال ناقصہ وہ فعل ہے جسے وضع کیا گیا ہے فاعل (اسم) کو صفت (خبر) پر ثابت کرنے کے لیے اور وہ زمانے سے مقرون ہو۔

اسے ناقصہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اپنے فاعل سے مل کر تام نہیں ہوتا بلکہ منصوب (خبر) سے مل کر تام ہوتا ہے۔

افعال ناقصہ یہ ہیں کَانَ، صَارَ، ظَلَّ، بَاتَ، أَصْبَحَ، أَضْحَى، أَمْسَى، عَادَ، آضَ، غَدَا، رَاحَ، مَازَالَ، مَاانْفَكَّ، مَابَرِحَ، مَافَتِئَ، مَادَامَ، لَيْسَ - کبھی کبھی جاءَ اور قَعَدَ فعل ناقص ہو کر استعمال ہوتا ہے

افعال ناقصہ کا حکم :- یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں خبر کو اپنے معنی کا حکم (یعنی وہ اثر جو اس معنی پر مرتب ہوتا ہے) دینے کے لیے۔
مثلاً صَارَ کا معنی انتقال ہے اور وہ اثر جو اس پر مرتب ہو رہا ہے وہ ہے خبر کا منتقل الیہ ہونا، تو جب یہ جملہ اسمیہ زَیْدٌ غَنِیٌّ پر داخل ہوا تو خبر کو منتقل الیہ کے معنی میں کر دیا جیسے صَارَ زَیْدٌ غَنِیًّا زید غربت سے غنیٰ کی طرف منتقل ہوا۔

افعال ناقصہ کا عمل :- یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر پہلے جز کو رفع دیں گے کیونکہ وہ ان کا فاعل ہوتا ہے اور دوسرے جز کو نصب دیں گے مفعول بہ سے مشابہت کی وجہ سے، مشابہت اس طور پر ہے کہ جیسے فعل متعدی کا مفعول بہ کے بغیر تام نہیں ہوتا، اسی طرح یہ افعال اپنے جزءِ ثانی (خبر) کے بغیر تام نہیں ہوتے۔

افعال ناقصہ کے معانی

کَانَ کا معنی ہے اپنے خبر کو اسم کے لیے ثابت کرنا

کَانَ کی تین قسمیں ہیں۔ ۱ کَانَ ناقصہ ۲ کَانَ تامہ ۳ کَانَ زائدہ
کبھی کَانَ ناقصہ تین طرح سے واقع ہوگا۔ ۱ ماضی کے معنی میں ہو۔
۲ صَارَ کے معنی میں ۳ کَانَ میں ضمیر شان ہوگی۔

۱۳۲۰، ۱۳۱

کانَ کی تفصیل

۱. کان ناقصہ ماضی کے لیے ہو اس کی دو صورت ہیں۔

۱. ماضی دائمی ہو یعنی اسم کے لیے خبر کا ملازم زمانہ ماضی میں کبھی نہ ہوا ہو اور بعد میں اس خبر کا انقطاع بھی نہ ہو جیسے کانَ اللّٰہُ علیماً حکیماً۔

۲. ماضی منقطع ہو یعنی اسم کے لیے خبر کے ثبوت کا انقطاع ہو گیا ہو زمانہ ماضی میں جیسے کانَ زیدٌ غنیاً فافتقرَ، زید غنی تھا پھر فقیر ہو گیا۔

۲. کان صار کے معنی میں ہو جیسے کانَ زیدٌ عالماً زید عالم ہو گیا۔

۳. کانَ ناقصہ میں ضمیر شان ہوگی، اور وہی ضمیر کانَ کا اسم ہوگی اور اس کے مابعد کا جملہ کانَ کی خبر ہوگا جو ضمیر شان کی تفسیر کرے گا جیسے اِذَا مِتُّ کانَ الناسُ صِنفانِ شامِتٌ وآخرُ مُثْنٍ بالّذی کنتُ أصنعُ — اس مثال میں کان میں ضمیر شان ہے وہ اس کا اسم ہے اور پورا جملہ اس کی خبر ہوگا

۲. کانَ تامہ ہوگا جب یہ ثَبَتَ یا وَقَعَ کے معنی میں ہو، تامہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے فاعل سے مل کر پورا ہو جائے گا مفعول کی حاجت نہیں رہے گی جیسے کانتِ الکائنۃُ، المقدورُ کائنٌ، کُنْ فیکونُ — یہیں الگ الگ مثالیں دیں تاکہ معلوم ہو جائے کانَ تامہ فعل ماضی، اسم فاعل، اور فعل امر تینوں طرح سے آتا ہے —

۳. کانَ زائدہ ہوتا ہے یعنی اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کلام کے معنی اصلی میں کوئی فرق نہیں کرتا، اسے صرف تحسینِ کلام کے لیے لایا جاتا ہے جیسے کیفَ نُکلِّمُ مَن کانَ فی المَھدِ صبیاً — ہم اس سے کیسے بات کریں جو گہوارہ میں بچہ ہے — یہاں اگر کانَ کو ناقصہ مانیں تو مطلب ہوگا جو گہوارہ میں بچہ تھا حالانکہ بتانے کا مقصد ہے جو ابھی بچہ ہے —

صار انتقال کے لیے آتا ہے، خواہ ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہو جیسے صارَ زیدٌ عالماً، یہاں زید صفت جہل سے صفت علم کی طرف منتقل ہوا —

یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف ہو جیسے صارَ الانسانُ قبراً —

کبھی آل، رجع، استحال، تحوّل، ارتد، صار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں جیسے فارتدّ بصیراً

أصبح، أضحى، أمسى، ظلّ، بات، یہ پانچوں اپنے اسم و خبر کو اپنے ان اوقات کے ساتھ ملانے کے لیے آتے ہیں جن اوقات پر ان پانچوں کے مادے دلالت کرتے ہیں جیسے أصبح کا مادہ ص ب ح ہے جس کی دلالت وقتِ صبح پر ہوتی ہے — تو اب أصبح زیدٌ قائمًا کا معنی ہوگا زید صبح کے وقت کھڑا ہوا

یہ پانچوں افعال صار کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں، اس وقت یہ افعال اپنی صفت (صبح کا وقت، شام کا وقت وغیرہ) پر باقی نہیں رہتے بلکہ ان میں صرف انتقال کا معنی ہوگا جیسے أصبح زیدٌ غنیًا زید غنی ہو گیا۔

کبھی یہ پانچوں افعال تامہ ہو کر استعمال ہوتے ہیں جیسے أصبح زیدٌ زید نے صبح کی، زید وقتِ صبح میں داخل ہو گیا۔

عاد، آض، غدا، راح یہ چاروں ناقصہ ہوں گے جبکہ یہ صار کے معنی میں ہوں جیسے عاد زیدٌ عالمًا زید عالم ہو گیا۔ اور جب "عاد، آض" رجع کے معنی میں ہو، "غدا" رات کے وقت چلنے کے معنی میں ہو، "راح" زوال کے بعد سے شام کے درمیان چلنے کے معنی میں ہو تو یہ تامہ ہوں گے۔

ما زال، ما انفک، ما برح، ما فتئ، یہ چاروں اپنی خبر کو اپنے اسم کے لیے اس وقت سے مسلسل جاری رکھنے کے لیے آتے ہیں جس وقت سے اسم نے خبر کو قبول کیا جیسے ما زال زیدٌ قائمًا زید مسلسل کھڑا رہا ہے۔

یہ چاروں استمرار پر اس لیے دلالت کرتے ہیں کہ ان افعال میں نفی کا معنی ہے جیسے زال زائل ہو گیا، پھر جب ان افعال پر ادات نفی داخل کیا گیا تو نفی کی نفی ہو گئی، اور نفی کی نفی ہونا ثبوت کا استمرار ہوتا ہے۔ اس لیے ان افعال پر ادات نفی کو داخل کرنا لازم ہے کیونکہ ان سے استمرارِ ثبوت مقصود ہے اور استمرار ثبوت ہوگا نفی کی نفی سے، اور اس کے لیے ادات کا دخول لازم ہے۔ خواہ ادات نفی کا دخول لفظاً ہو جیسے ما زال زیدٌ قائمًا یا تقدیراً ہو جیسے تاللّٰہ تفتؤ تذکر یوسف۔

مادام اپنے اسم کے لیے اپنی خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ
کسی شئی کو مؤقت کرنے کے لیے آتا ہے ، یعنی جب تک اسم کے لیے
خبر ثابت رہے گی وہ شئی مؤقت بھی ثابت رہے گی جیسے
أَجْلِسُ مَا دَامَ زَيْدٌ جَالِسًا جب تک زید بیٹھا رہے گا میں بیٹھا رہوں گا -
ترکیب میں مادام اپنے اسم و خبر کے ساتھ ظرف ہوگا
اور ظرف غیر مستقل بالافادہ ہوتا ہے (جیسے ما دام زید جالسا
جب تک زید بیٹھا رہے گا اس سے پورا مفہوم سمجھ نہیں آتا
اس لیے مادام کے ساتھ ایک مستقل بالافادہ جملے کی حاجت رہتی ہے
جیسے اس مثال میں أجلس کی حاجت ہے -

لَيْسَ زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے جیسے
لیس بکر قاعدا بکر ابھی بیٹھا نہیں ہے ، یہ جمہور کا مذہب ہے —
اور ایک قول یہ ہے کہ لیس مطلق مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے
اس لیے اسے کبھی حال ، کبھی ماضی ، کبھی مستقبل کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے -
جیسے لیس زید قائما الآن ، لیس خلق اللہ تعالی مثلہ ،
أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ -

افعال ناقصہ کی تقدیم و تاخیر

تمام افعال ناقصہ میں ان کے اخبار کو اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے
کان قائما زید ، اس لیے کہ اس تقدیم میں منصوب کو مرفوع پر مقدم
کرنا ہے اور فعل میں یہ جائز ہے -

خود افعال ناقصہ پر ان کے اخبار کو مقدم کرنا اس میں افعال
کی تین قسمیں ہو جائیں گی -

1 کان سے راح تک گیارہ افعال میں جائز ہے جیسے قائما کان زید -
اس لیے کہ یہ سب فعل ہونے کی بنیاد پر عامل قوی ہیں ، تو اگر ان کے
معمول کو ان پر مقدم کر دیا جائے پھر بھی یہ اس پر عمل کریں گے ،
اس لیے جائز ہے -

۲ جن افعال کے شروع میں "ما" ہے خواہ ما نافیہ ہو یا
ما مصدریہ، ان میں جائز نہیں ہے۔

ما نافیہ ہو تو اس لیے جائز نہیں ہے کہ تحت نفی کو نفی پہ مقدم
کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ نفی صدر کلام کا تقاضا کرتی ہے۔
ما مصدریہ ہو تو اس لیے جائز نہیں ہے کہ مصدر کے معمول کو مصدر
پر مقدم کرنا ممتنع ہے۔ یہ جمہور کا مذہب ہے۔

لیکن ابن کیسان نے جمہور سے اختلاف کیا۔ ان کا قول ہے کہ ما دام
کے علاوہ ما انفک، ما برح، ما فتئ پر مقدم کرنا درست ہے
کیونکہ ادات نفی کے دخول کے بعد یہ افعال اثبات کے لیے ہو گئے
تو معنی کے لحاظ سے کان کی منزل میں ہو گئے، اور کان میں تقدیم جائز ہے۔

۳ لیس میں جمہور میں سے بعض کا بعض کے ساتھ اختلاف ہے۔
۱ مبرد، کوفی، ابن سراج، جرجانی کا قول ہے کہ نفی کی رعایت کرتے
ہوئے اس پر اس کی خبر کی تقدیم جائز نہیں ہے کیونکہ نفی کے
معمول کی تقدیم نفی پر جائز نہیں ہے۔

۲ بصری، سیبویہ، سیرافی، فارسی کا قول ہے کہ تقدیم جائز ہے
اس لیے کہ لیس فعل ہے، اور فعل کے معمول کی تقدیم فعل پر درست ہے۔

افعال مقاربہ

افعال مقاربہ وہ فعل ہیں جسے وضع کیا گیا فاعل کے لیے خبر کے حصول
کی قرب پر دلالت کرنے کے لیے۔ اب اس کی تین صورتیں ہوں گی۔

۱ فاعل کے لیے خبر کے حصول کے قرب پر دلالت کرے اس طور پر کہ متکلم کو اس کی
امید ہے جیسے عسى زيد أن يخرج زید نکلنے کے قریب ہے۔
اس کے لیے تین فعل ہیں عسى، حرى، اخلولق۔

۲ فاعل کے لیے خبر کے حصول کے قرب پر دلالت کرے اس طور پر کہ متکلم کو اس کا
یقین ہو گیا ہے دواعی و قرائن کے ذریعہ سے، اس کے لیے بھی تین فعل ہیں
کاد، اوشک، کرب۔

۳ فاعل کے لیے خبر کے حصول کے قرب پر دلالت کرے، اس طور پر کہ
متکلم کو اس کا یقین ہے، فاعل کا ایسے کام کو شروع کرنے کے اعتبار
سے جو خبر کے حصول کا سبب بن سکے۔ اس کے لیے بہت افعال ہیں
جیسے أَنشَأَ، أَخَذَ، جَعَلَ، بَدَأَ، اِبتَدَأَ، طَفِقَ وغیرہ۔
أَنشَأَ زیدٌ یکتبُ زید لکھنے لگا۔ اسے افعال شروع کہتے ہیں۔

افعال مقاربہ کی خبر فعل مضارع ہو اور اس میں ایسی ضمیر ہو
جو اس کے اسم کی طرف لوٹے جیسے عسی زیدٌ أن یخرجُ، وطفقا
یخصفان علیهما من ورق الجنة، لا یکادون یفقهون حدیثاً۔

افعال مقاربہ کی خبر میں أن لانے کی صورتیں

1 حری، اخلولق کی خبر میں "أن" لانا واجب ہے
2 عسی، کادَ، اوشکَ، کربَ کی خبر میں لانا یا نہ لانا دونوں جائز ہے۔
3 افعال شروع کی خبر میں "أن" لانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ
ان افعال سے مقصود زمانہ حال میں خبر کا واقع ہونا ہے، اور أن
استقبال کے لیے آتا ہے، اب اگر أن کو داخل کیا جائے تو تناقض
ہو جائے گا، اس لیے جائز نہیں ہے۔

عسی اشفاق (امر مکروہ) اور طمع (امر محبوب) کے اظہار کے
لیے آتا ہے۔
عسی سے فعل مضارع معروف، مجہول، امر، نہی
آتا ہے، کیونکہ عسی انشائے رجا کو متضمن ہے، اور انشا اکثر
حروف کے معانی سے ہیں جیسے تمنی، ترجی، قسم وغیرہ، اور حروف
متصرف نہیں ہوتے اس لیے عسی سے یہ سب افعال نہیں آتے۔

عسی دو طرح سے استعمال ہوتا ہے 1 ناقصہ 2 تامہ

1 ناقصہ کا مطلب ہے عسی کے لیے اسم و خبر ہو جیسے عسی زیدٌ أن یخرجُ
اس میں زید عسی کا اسم اور أن یخرجُ مصدر کی تاویل میں ہو کر
اس کی خبر ہے۔

سوال: افعال مقاربہ کا اسم وخبر اصل میں مبتدا اور خبر ہوتا ہے، اور مبتدا وخبر میں، مبتدا پر خبر کا حمل ہوتا ہے لیکن عسی زید ان یخرج میں ان یخرج کو اسم پر محمول کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اسم، ذات ہے، اور خبر مصدر کی تاویل میں ہے، اور مصدر وصف ہوتا ہے اور وصف کا حمل ذات پر درست نہیں ہے۔

جواب ۱: خبر کو مصدر کی تاویل میں رہنے دیا جائے اور اسم کی جانب یا خبر کی جانب مضاف مقدر مان لیں، اسم

اسم کی جانب عسی حال زید الخروج، تو اب خبر تو صفت ہے ہی اسم یعنی حال بھی صفت ہے، تو اب صفت کا حمل صفت پر ہوگا اور یہ درست ہے۔

خبر کی جانب عسی زید ذا الخروج، اس طرح خبر بھی ذات ہوگئی، تو اب ذات کا حمل ذات پر درست ہوگا۔

فائدہ

فائدہ یہی توجیہ ما کان اللّٰہ لیعذبھم میں ہوگی، اور مضاف کو اس طرح مقدر مانیں گے، ما کان صفۃ اللّٰہ لیعذبھم۔ یا ما کان اللّٰہ ذا تعذیبھم۔

۲ تامہ: عسی ناقصہ میں مضاف مقدر ماننے میں تکلف ہے، یہ معنی کا [illegible] ہے، اس لیے عسی کو تامہ مان لیں اس طرح مضاف مقدر ماننے کی ضرورت نہیں پیش آئے گی جیسے زید کو عسی کا فاعل اور ان یخرج کو مفعول ہو کے مشابہ بنادیں۔

یا عسی زید ان یخرج کو اس طرح ذکر کریں عسی ان یخرج زید اس میں ان یخرج زید عسی کا فاعل ہوگا، اور عسی تامہ ہوگا

کاد پر حرف نفی داخل ہو تو کاد نفی کے لیے ہوگا یا اثبات کے لیے اس میں دو قول ہیں۔

1. کاد ماضی ہو یا مضارع اگر اس پر حرف نفی داخل ہو تب بھی وہ اثبات کے لیے ہوگا۔

ماضی کی دلیل ← اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے ذبح کیا، اب اللہ تعالیٰ کا یہ قول فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ، اس میں مَا كَادُوْ کو حرف نفی کے دخول کے بعد بھی اثبات کے لیے مانو تو مطلب درست ہوگا کہ انہوں نے گائے ذبح کیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب ہوئے، اس لیے کہ اگر اسے نفی کے لیے لیا جائے تو معنی ہوگا انہوں نے ذبح کیا اور وہ ذبح کرنے کے قریب نہیں ہوئے اس صورت میں تناقض ہو جائے گا۔

مضارع کی دلیل ← ذوالرمہ شاعر اپنی محبوبہ سے جدا ہو گیا تو اس نے شعر کہا، اور شعر سے مقصود یہ تھا کہ دوسروں کی طرح میری محبت جدائی کے بعد ختم ہونے والی نہیں ہے، یہ شعر کہا لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ، میّہ سے میری محبت کا اثر ختم ہونے والا نہیں ہے، اس نے "لَمْ يَكَدْ" سے نفی کا معنی لیا یعنی ختم ہونے والا نہیں ہے لیکن کسی دوسرے شاعر نے اس سے کہا "لَمْ يَكَدْ" اثبات کے لیے آتا ہے تو ذوالرمہ نے اپنی غلطی تسلیم کی اور اس لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لایا، تو اتنے بڑے شاعر کے غلطی ماننے اور لفظ کو بدل دینے سے معلوم ہوا کہ کاد کے مضارع پر حرف نفی داخل ہو تب بھی وہ اثبات کے لیے ہوگا۔

2. کاد پر یا اس کے مضارع پر اگر حرف نفی داخل ہو تو دوسرے فعل کی طرح یہ بھی نفی کے لیے ہوگا، اور یہی قول راجح ہے۔

رہا پہلا اعتراض کہ "مَا كَادُوْا" کو اثبات کے لیے لیں تو تناقض ہو جائے گا، اس میں کوئی تناقض نہیں ہوگا کیونکہ وہ ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے یہ ایک وقت میں ہے، اور انہوں نے ذبح کیا یہ دوسرے وقت میں ہے، تناقض تو تب ہوتا جب وقت بھی ایک ہوتا۔

دوسرا اعتراض کہ ذو الرمہ نے غلطی مان کر اسے بدل دیا،
جب یہ معاملہ ایک بڑے فصیح کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ ذو الرمہ کو غلط قرار دینے والوں نے اور ذو الرمہ نے غلطی تسلیم کرکے غلطی کی ہے، "لَمْ یَکَدْ" اثبات کے لیے نہیں بلکہ نفی کے لیے آتا ہے۔

دلیل سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مفہوم ہے کافروں کی بد اعمالیاں ایسی ہوں گی جیسے کسی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں، اور اس تاریکی کے اوپر موج اور بادل ہوں، اب اس کے آگے ارشاد فرماتا ہے إذا أخرج يده لم يكد يراها، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے گا (اس تاریکی میں) تو ہاتھ نہیں دیکھ پائے گا، یہاں تاریکی کی کثرت بتانا مقصود ہے کہ اتنی تاریکی ہوگی کہ ہاتھ بھی نہیں دیکھ پائے گا، اور یہ مقصد اس وقت حاصل ہوگا جب لَمْ یَکَدْ نفی کے لیے ہو، اور اگر لَمْ یَکَدْ اثبات کے لیے ہو تو مطلب ہوگا ہاتھ دیکھ لے گا، اور اگر ہاتھ نظر آجائے تاریکی میں تو تاریکی کی کثرت کہاں رہے گی، لهذا دوسرے افعال کی طرح یہ بھی نفی کے لیے ہوگا۔

فعل تعجب

فعل تعجب وہ فعل ہے جسے انشائے تعجب کے لیے وضع کیا گیا ہو۔
اس کے لیے دو صیغے ہیں ۱ مَا أَفْعَلَهُ ۲ أَفْعِلْ بِهِ۔
جیسے مَا أَحْسَنَ زَيْدًا، أَحْسِنْ بِزَيْدٍ، زید کتنا اچھا ہے۔

جس طرح اسم تفضیل صرف اسی ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے جو لون و عیب کے معنی میں نہ ہو اسی طرح فعل تعجب بھی صرف اسی ثلاثی مجرد سے بنایا جائے گا جو لون و عیب کے معنی میں نہ ہو۔

فعل تعجب کے لیے اسم تفضیل کی طرح شرط اس لیے ہے کہ فعل تعجب اسم تفضیل کے مشابہ ہے، اس طور پر کہ اسم تفضیل میں بھی مبالغہ کا معنی ہے جیسے زَيْدٌ أَعْلَمُ مِنْ بَكْرٍ زید بکر سے زیادہ جانتا ہے، اور زیادہ ہونے کا نام ہی مبالغہ ہے، اور فعل تعجب میں بھی مبالغہ کا معنی ہے جیسے مَا أَعْلَمَ زَيْدًا زید کس قدر علم والا ہے کیونکہ تعجب اسی وقت ہوگا جبکہ زید کا علم دوسروں سے زیادہ ہو، تو اس میں بھی مبالغہ کا معنی پایا گیا، تو اس مشابہت کی وجہ سے شرط لگائی گئی۔

وہ ثلاثی مجرد جو لون و عیب کے معنی میں، ثلاثی مزید فیہ،
اور رباعی مجرد سے اسم تفضیل اور فعل تعجب نہیں آتے۔
اگر ان کے کسی باب سے فعل تعجب لانا چاہیں تو ما کے بعد
اَشَدَّ کو فعل تعجب کے صیغے پر لائیں اس کے بعد اس باب کے مصدر کو لائیں
جیسے مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَ زَیْدٍ، مَا اَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِ زَیْدٍ۔

فعل تعجب کی خصوصیت

۱۔ فعل تعجب پر اس کے مفعول کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے جیسے مَا زَیْدًا اَحْسَنَ
یا بِزَیْدٍ اَحْسِنْ کہنا جائز نہیں ہے۔
۲۔ عامل (فعل تعجب) اور اس کے معمول (مفعول) کے درمیان فصل جائز
نہیں جیسے مَا اَحْسَنَ فِی الدَّارِ زَیْدًا جائز نہیں ہے۔
اس میں تقدیم اور فصل اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ دونوں صیغے
انشائے تعجب کی طرف منتقل ہونے کے بعد امثال کے قائم مقام ہو گئے، اور
امثال میں تغیر نہیں ہوتا، تو اس میں بھی نہیں ہو گا۔

لیکن مازنی نے کہا کہ ظرف کے ذریعے فصل جائز ہے کیونکہ اہل عرب سے
ایسا کلام سنا گیا ہے جیسے مَا اَحْسَنَ بِالرَّجُلِ اَنْ یَصْدُقَ،
اور اکثر نحویوں نے کہا کلمہ کان کے ذریعے فصل جائز ہے جیسے مَا کَانَ اَحْسَنَ زَیْدًا

فعل تعجب کے صیغوں کی ترکیب - مَا اَفْعَلَهٗ میں تین قول ہیں

۱۔ سیبویہ کے نزدیک "مَا" نکرہ کے معنی میں ہے اور مبتدا ہے، اور اس کے
بعد کا جملہ اس کی خبر ہے۔
سوال "مَا" نکرہ ہے تو مبتدا بننا کیسے درست ہو گیا، مبتدا کے لیے ضروری ہے کہ معرفہ ہو؟
جواب جس طرح شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ میں شَرٌّ نکرہ مخصصہ ہے یعنی شَیْءٌ عَظِیْمٌ،
اسی طرح یہاں "مَا" بھی نکرہ مخصصہ ہے یعنی شَیْءٌ عَظِیْمٌ، اور
نکرہ مخصصہ کا مبتدا بننا درست ہے۔

۲۔ اخفش کے نزدیک مَا موصولہ ہے اور اَحْسَنَ زَیْدًا اس کا صلہ ہو گا
اور خبر محذوف ہو گی جیسے مَا یعنی اَلَّذِیْ اَحْسَنَ زَیْدًا مبتدا
اور شَیْءٌ عَظِیْمٌ خبر محذوف ہے، ترجمہ جس ذات نے زید کو اتنا
حسین بنایا وہ شئی عظیم ہے۔

۳ فرّاء کے نزدیک مَا استفہامیہ ہے اور یہ مبتدا ہوگا، اور مابعد
کا جملہ اس کی خبر ہوگا جیسے مَا اَحْسَنَ زَیْدًا زید کو کس نے اتنا خوبصورت بنایا؟

اَحْسِنْ بِہٖ اس میں اَحْسِنْ اگرچہ فعل امر کی صورت میں ہے
لیکن یہ اصل میں اَفْعَلَ[1] ماضی کے معنی میں ہے جو اَفْعَلَ فعل والا
ہونے کے معنی میں آتا ہے جیسے اَحْسِنْ بِزَیْدٍ زید کس قدر حسن والا ہو گیا۔
اس میں اَحْسِنْ کو اگر فعل امر کے معنی میں لیں تو صحیح نہیں ہوگا
کیونکہ امر استقبال پر دلالت کرتا ہے، اور جبکہ تعجب ماضی پر ہوتا
اس لیے ماضی کے معنی میں ہوگا۔

افعال مدح و ذم

افعال مدح و ذم وہ فعل ہے جیسے انشائے مدح و ذم کے لیے وضع
کیا گیا ہو۔ فعل مدح کے لیے نِعْمَ، اور ذم کے لیے بِئْسَ ہے۔
یہ دونوں اصل میں فَعِلَ کے وزن پر ہیں، لیکن لغت بنی تمیم میں
ہر وہ فعل جس کا فا کلمہ مفتوح ہو اور عین کلمہ حرف حلقی ہو
اس کو پڑھنے میں چار لغتیں ہیں،

۱ فا کے فتحہ اور عین کے کسرہ کے ساتھ فَعِلَ اور یہی اصل ہے۔
۲ فا کے فتحہ اور عین کے سکون کے ساتھ فَعْلَ۔
۳ فا کے کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ فِعْلَ۔
۴ فا اور عین کے کسرہ کے ساتھ فِعِلَ۔

بنو تمیم کے اکثر لوگوں کے نزدیک یہ دونوں فا کلمہ کے کسرہ اور عین کے
سکون فِعْلَ کے وزن پر ہیں، اور اسی پر سیبویہ اور عام عربوں
کا اتفاق ہے۔

نِعْمَ، بِئْسَ کے فاعل کی چار صورتیں

۱ نِعْمَ، بِئْسَ کا فاعل معرف باللام ہوں، اور
یہ ابتداءً غیر معین ہوتا، پھر جب اس کے بعد مخصوص بالمدح یا ذم
کو ذکر کیا جاتا ہے تو یہ معین ہو جاتا ہے۔
شروع میں غیر معین طور پر ذکر کرنا پھر اس کو متعین کرنا یہ اس لیے
ہے تاکہ دل میں شی کی عظمت بیٹھ جائے جیسے

[1] یہاں اَفْعَلَ سے مراد باب افعال کا ماضی ہے، کیونکہ افعال کی ایک خصوصیت لازم ہونا بھی ہے

نِعْمَ الرَّجُلُ زَیدٌ ، اس میں الرجلُ مبہم ہے ، پھر اس کو زیدٌ سے واضح کیا زید کتنا اچھا ہے —

۲ ان کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو ، خواہ یہ اضافت بغیر واسطہ کے ہو جیسے نِعْمَ صَاحِبُ الرَّجُلِ زَیدٌ ، یا واسطہ سے ہو چاہے ایک واسطہ سے ہو یا متعدد واسطے سے ہو جیسے نِعْمَ فَرَسُ غُلَامِ الرَّجُلِ زَیدٌ نِعْمَ وَجْهُ فَرَسِ غُلَامِ الرَّجُلِ زَیدٌ —

۳ نِعْمَ بِئْسَ میں ضمیر مستتر فاعل ہو اور اس فاعل کی تمیز نکرہ منصوبہ مذکورہ ہو جیسے نِعْمَ رَجُلًا أَنْتَ ، یا وہ تمیز کسی نکرہ یا معرفہ کی طرف مضاف ہو اضافت لفظیہ کے طور پر جیسے نِعْمَ ضَارِبَ رَجُلٍ أَنْتَ ، نعم ضارب زیدٍ انت —

۴ نعم بئس میں ضمیر مستتر فاعل ہو اور اس فاعل کی تمیز اسم ومَا ، سے لائی گئی ہو جو شیئی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے فَنِعِمَّا هِيَ اس در مَا ، کے متعلق فراء اور ابو علی نے کہا کہ یہ مَا موصولہ ہے اور اس کا پورا جملہ محذوف ہے ، اور هِيَ ضمیر راجع بسوئے الصدقات مخصوص بالمدح ہوگا اصل عبارت ہوگی نِعْمَ الَّذِي فَعَلَهُ هِيَ —

ان دونوں کا مخصوص اکثر ان کے فاعل کے بعد ہوتا ہے جیسے نعم الرجُل زیدٌ- اور کبھی مقدم بھی ہو جاتا ہے جیسے زیدٌ نعمَ الرجلُ —

افعال مدح و ذم کی ترکیب میں دو صورتیں ہیں —

۱ مخصوص بالمدح یا ذم کو مبتدائے مؤخر بنائیں اور ما قبل جملے کو فعل فاعل کر کے خبر مقدم بنائیں —

سوال ! خبر [illegible] اصل یہ ہے کہ اس میں ایسی ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف راجع ہو لیکن نعم الرجلُ جو خبر مقدم ہے اس میں کوئی ضمیر نہیں ہے جو مبتدا یعنی زیدٌ کی طرف راجع ہو ، تو اس کا خبر بنا کیسے درست ہے ؟

جواب ۱ الرجل کا الف لام عہد خارجی کا ہے جو ضمیر کے قائم مقام ہے
تو اب ضمیر لانے کی حاجت نہیں ہے ۔

۲ مخصوص خبر ہوگا، ھو مبتدائے محذوف کی، اور مبتدا کا محذوف ہونا
سوال کی تقدیر پر ہے جیسے جب کہا گیا نعم الرجل آدمی کتنا اچھا ہے
تو گویا پوچھا گیا مَنْ ھُوَ تو کہا گیا زیدٌ یعنی ھُوَ زیدٌ ۔
اس صورت میں دو جملے ہوں گے ۱ نعم الرجل جملہ انشائیہ
۲ ھو زیدٌ جملہ خبریہ ۔

مخصوص ہو کر واقع ہونے کی صحت کی شرط یہ ہے کہ مخصوص، فاعل
کے مطابق ہو افراد، تثنیہ، جمع، اور مذکر و مؤنث ہونے میں
جیسے نعم الرجل زیدٌ، نعم الرجلان الزیدان،
نعم الرجال الزیدون، بئست المرأۃُ ھندٌ، بئست المرأتان الھندان
بئست النساءُ الھندات، اور نعم المرأۃُ ھندٌ اور بئس
المرأۃُ ھندٌ صیغہ مذکر کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے،
کیونکہ یہ دونوں متصرف نہیں ہوئے تو یہ حرف کے مشابہ ہو گئے، اور
حرف مبنی ہونے کی وجہ سے ایک ہی حالت پر رہتا ہے اسی طرح ان کو بھی ایک حالت
پر باقی رکھا جا سکتا ہے خواہ فاعل مذکر ہو یا مؤنث ۔

مخصوص کو حذف کرنا جائز ہے جبکہ مخصوص کو بتانے والا قرینہ ہو جیسے
نعم العبدُ اس میں مخصوص محذوف ہے اور وہ حضرت ایوب علیہ السلام
ہیں اس پر قرینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ان کے صبر کا ذکر بیان کیا ہے

افعال مدح و ذم میں سے حبذا مدح کے لیے ہے اور لا حبذا ذم کے لیے ہے
اس میں حبّ فعل اور ذا فاعل ہے اس کا مخصوص واحد، تثنیہ،
جمع، مذکر، یا مؤنث کچھ بھی ہو حبذا میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی ۔
حبذا الزید، حبذا الزیدان، الزیدون ۔

محمد سعید القوم
جھارکھنڈ